© rasailojaraid.com



**یادِ رفتگان**

امجد علی شاکر ایم اے
اردو سیاسیات

# آہ حضرت مولانا عبدالہادیؒ دین پوری

## بستی کمر خویش شکستی کمرِ ما

یہ مہکتے دنوں کی بات ہے جب جسم کے اندر باطن میں خوشبوؤں نے بسیرا کر رکھا تھا۔ میں پر جوش تمناؤں کی خوشبوؤں میں لپٹا لپٹایا ساہیوال کے سٹیشن سے سفر کا آغاز کر رہا تھا۔ یہ سفر جسم ہی کا نہیں دل کا بھی تھا اور دماغ کا بھی۔ دل اس سفر میں سب سے تیز رو نکلا اور وہاں جا پہنچا جہاں میں جلد از جلد پہنچنے کے لئے بے قرار ہو رہا تھا۔ انوکھی خوشبوئیں مجھے اپنی جانب کھینچ رہی تھیں میرا دماغ ملّی تاریخ کے مرغزاروں میں آہوئے رمیدہ کی طرح پھر رہا تھا۔ یہ سفر طویل ہوتا گیا شبِ ہجراں کی مانند طویل مگر زلفِ یار کی خوشبو دل و دماغ کو مہکا دیتی تھی۔ گاڑی میں سفر کرنے والے تمام مسافر میرے ناواقف تھے اور میں مولانا رومؒ کی بنسری کی طرح تنہا تھا جس کے بارے میں انہوں نے فرمایا تھا ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند … کز جدائی ہا شکایت می کند

مگر تمام راستے میں میں آوازِ دوست کو سنتا گیا۔ میں حیران ہو رہا تھا کہ دورِ حاضر جو کہ مست چنگ و بے ثبات و بے حضور ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ دوست کیا ہے دوست کی آواز کیا ؟ تو پھر یہ آواز کیسے آ رہی ہے۔ گاڑی مغرطے کرتی جا رہی تھی بے آب و گیاہ منزلیں راستے میں آتی تھیں ان خشک بے آب و گیاہ زمینوں میں میں اس آوازِ دوست کی آمد پہ حیران ہو رہا تھا ؎

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست … از کجا می آید ایں آوازِ دوست (مولانا رومؒ)

صبح کو شروع ہونے والا یہ سفر شام کو ختم ہوا مگر کہاں ابھی تو مجھے خانپور میں احباب کے درمیان شب گزارنی تھی پھر دوسرا روز بھی۔

دوسرا دن جمعہ کے بعد ہم مخزنِ علوم و فیوض کے باہر سڑک پہ کھڑے سواری کی تلاش میں تھے۔ بارش کے مسکراتے قطروں نے موسم کو مزید خوشگوار بنا دیا تھا۔ ہر طرف شبنمی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو جناب میاں عارف صاحب نے فرمایا اچھا صبح ملیں گے اب ہمارا جانا خدا کو منظور نہیں تھا۔ [illegible] بھی بے قرار تھا بالآخر ہمیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سواریاں مل گئیں اور ہم پیچ در پیچ راستوں سے گزر کر قدامت کی ایک خوبصورت علامت کے سامنے تھے۔ یہ علامت سنگ و خشت سے بنی تھی مگر جذبے کا خلوص اور دل کی محبتیں ان سنگ و خشت سے بھی ہمارے ساتھ ہم کلام ہو رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم وقت کے عظیم الشان شیخ کامل مرشد و سید عالم باعمل ہادی الی صراط المستقیم حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دین پوری کے قدموں میں بیٹھے تھے۔

گاڑھے کرتے اور چادر میں ملبوس عظمتوں کی یہ علامت تلاوت میں محو تھی اور ہم ان کو اور ان کے مسکن کو دیکھ رہے تھے ہر چیز میں سادگی اور خلوص کی قدر مشترک کا بھرپور اظہار ہو رہا تھا۔ میں نے اس مقام کو صداقت کی جلوہ گاہ جانا اور سوچا ؎

باکہ گویم سرِ این معنی کہ نور روئے دوست　　بادماغ من گل و باچشم موسیٰ آتش است

حضرت مولانا تلاوت سے فارغ ہوئے تو ہم سے مخاطب ہوئے ہمیں حقیر سمجھ کر نہیں ہمیں شفقت و محبت سے بڑا مقام دے کر جو صرف اہل حق ہی کے لئے مخصوص ہے۔ ہماری درخواستوں کو مسرت کے ساتھ شرفِ قبول بخشا۔ ایک دوست نے درخواست کی کہ حضرت اسے اپنے حلقۂ ارشاد میں داخل فرمالیں تو اس کے جواب میں حضرت نے جس انکساری کا اظہار کیا وہ اب بھی یاد آجائے تو آنکھیں ہی دل کی کیفیت کا اظہار کرتی ہیں یہ بات تکلف سے نہیں فرمائی تھی یہ سراسر خلوص کی زبان تھی اسی لئے تو ہم سب کی آنکھیں گھی کے چراغ بن گئیں۔

میاں محمد عارف صاحب نے حضرت کی خدمت میں صادق آباد کے دوستوں کی طرف سے شائع شدہ کتابچہ علامہ اقبال اور حضرت مدنی پیش کیا تو حضرت کے لب متبسم ہو گئے۔ آپ کا چہرہ اہتزاز کی کیفیت کا اظہار کر رہا تھا زبانِ مبارک سے اکابر کے بارے میں چند کلمات محبت ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد ہماری درخواستوں کو شرفِ قبولیت بخشنے لگے ہم روانہ ہونے لگے تو بھی اپنے لئے دعا کی درخواست کر دی۔ حضرت نے میرا نام پوچھا۔ مقام پوچھا پھر دعا کے لئے ہاتھ بلند کر دئے۔ میرے دل کو اسی وقت سے ہی دعا کے مستجاب ہونے کا یقین ہو گیا۔

یہ ہیں چند ٹوٹی پھوٹی باتیں جنہیں متفرق بیان کر دیا ہے۔ اب میں خفی محبت کو کیسے بیان کروں جس کو خوشبو چار سو بکھری ہوئی ہے۔ بعض کیفیتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں حواس خمسہ اپنے ادراک کے دائرے میں مقید نہیں کر سکتے مگر انہیں وجدان پالیتا ہے مگر ان کا الفاظ میں اظہار کیسے ممکن ہے کب کسی نے محاورے کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ کب دل کی کیفیت اور روح کا اہتزازانہ الفاظ میں بیان ہو پایا ہے۔ جب ہم دین پور سے لوٹ رہے تھے تو ہم جذبے سے سرشار تھے محبت کی بارش نے ہماری نس نس کو بھگو دیا تھا۔ چار سو ایک انجانی پھوار کا احساس ہو رہا تھا قدم واپسی کے لئے اٹھنے کو تیار نہیں تھے۔ مگر واپسی ضروری تھی ہمیں واپس اپنا فرض بلا رہا تھا میری کیفیت ہر ایک سے مختلف تھی۔ میں حسرت و یاس کا مرقع بنا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب زندگی بھر وصال کی گھڑی نہ آئے گی۔ میں پھر کبھی دیدہ و دل لے کر اس درویش کامل کے حضور نہ آسکوں گا۔ یہ خیال آتے ہی [illegible] ٹوٹ گیا اور دوسرے لمحے تشکر کے احساس نے مجھے جھکا دیا۔

باقی ص ۲۷ پر



© rasailojaraid.com